ریاستِ اسرائیل ..... آخری سانسیں

تحریر: عاری شابیط
یہودی مصنف/صحافی

اسرائیلی اخبار ''ہارٹیز، ۱۰/اکتوبر'' میں شائع ہونے والا مضمون

معلوم ہوتا ہے کہ ہمارا واسطہ تاریخ کے مشکل ترین لوگوں سے پڑ گیا ہے اور فلسطینیوں کی زمین پر اُن کا ہی حق تسلیم کیے بغیر کوئی چارہ کار نہیں۔ میرا خیال ہے کہ ہم بند گلی میں داخل ہو چکے ہیں اور اب اسرائیلیوں کے لیے ارضِ فلسطین پر قبضہ کا تسلسل، باہر سے آئے یہودیوں کی آبادکاری اور حصولِ امن ممکن نہیں رہا۔ اور اسی طرح صہیونیت میں تحریکِ تجدید، تحفظِ جمہوریت اور مملکت میں آبادی کا پھیلاؤ بھی اب مزید نہیں چل پائیں گے۔ ان حالات میں اس ملک میں رہنے کا کوئی مزا باقی نہیں رہا اور اسی طرح ''روزنامہ ہارٹیز'' میں لکھنا بھی بدمزہ ہوگیا ہے اور ''روزنامہ ہارٹیز'' کے مطالعہ میں بھی اب کچھ کشش باقی نہیں رہی۔ اب ہمیں وہی کرنا پڑے گا جو دو سال پہلے ''روگیل الفار'' نے کیا تھا اور وہ یہ ملک چھوڑ کر باہر چلا گیا تھا۔

مملکتِ اسرائیل نے ہمیں اپنی شناخت نہیں دی، کیونکہ ہر اسرائیلی شہری اور ہر یہودی کے پاس باہر کے کسی نہ کسی ملک کا پاسپورٹ بھی اس کی جیب میں موجود ہے۔ اور اس کی وجہ کوئی مجبوری نہیں ہے، بلکہ اسرائیل کا ہر شہری نفسیاتی طور پر اس عمل کے لیے قائل ہے، تب سمجھ لینا چاہیے کہ کھیل ختم ہو چکا ہے اور آپ کو چاہیے اپنے دوستوں کو خدا حافظ کہہ کر سان فرانسسکو، برلن یا پیرس کو سدھار جائیں۔ اس طرح جرمن قوم پرستوں میں بیٹھ کر، سرزمینِ امریکہ میں امریکی قوم پرستوں میں بیٹھ کر کم از کم وہ آرام سے، سکون اور اطمینان سے دیکھ سکے گا۔

اسرائیل کی ریاست دم توڑ رہی ہے اور اپنی آخری سانسیں لے رہی ہے اور قریب المرگ ہے۔

ہمیں لازمی طور پر تین قدم پیچھے ہٹ کر یہودی جمہوری ریاست کے ڈوبنے کے مناظر دیکھنے ہوں گے، کیونکہ مسائل ابھی تک اپنے حل سے کوسوں دور ہیں۔

شاید ابھی بھی ہم بند گلی سے نکل سکتے ہیں، ابھی بھی ارضِ فلسطین پر قبضہ ختم کیا جا سکتا ہے، ابھی بھی مواقع موجود ہیں کہ صہیونیت کی تازہ تحریک میں اصلاحات ہوسکیں، ابھی بھی جمہوریت کی بحالی کے امکانات موجود ہیں اور ابھی بھی تقسیمِ مملکت ہوسکتی ہے۔

میرا دل کرتا ہے کہ میں بن یامین نیتن یاہو، لیب مین اور نیونازیس کی آنکھیں کھولوں اور انہیں صہیونیت کی تباہی و بربادی کا مشاہدہ کراؤں، اور انہیں باور کراؤں کہ ڈانلڈ ٹرمپ، کوشنر، بائڈن، بارک اوباما اور ہلری کلنٹن کبھی ارضِ فلسطین پر یہ قبضہ ختم نہیں ہونے دیں گے، اور اقوامِ متحدہ اور یورپی یونین بھی غیر ملکی یہودیوں کی آبادکاری کبھی بھی نہیں روکیں گے۔

بس پوری دنیا میں اگر کوئی اسرائیلی سلطنت اور اسرائیلی عوام کو بچا سکتا ہے تو وہ خود اسرائیلی عوام ہیں، جنہیں ایک نوزائدہ سیاسی معاہدے کے تحت بہر حال تسلیم کرنا ہوگا کہ اس ارضِ فلسطین کے اصل مالک فلسطینی ہی ہیں اور یہ انہی کا وطن ہے۔ میں اپنے اسی تیسرے راستے کے موقف کو ہی پرزور طریقے سے پیش کروں گا، اگر ہم یہاں زندہ رہنا چاہتے ہیں اور مرنا نہیں چاہتے۔ اسرائیلی عوام جب سے فلسطین میں آباد ہوئی ہے، تب سے تحریک صہیونیت انہیں تاریخی طور پر جھوٹ بول بول کر یہ دھوکا دیے چلی جارہی ہے اور صہیونی کارندے ہولوکاسٹ کو غیر معمولی طور پر بڑھا چڑھا کر پیش کرنے کے بعد سے ملتِ بنی اسرائیل کو بار بار یہ جھوٹ کہتے چلے آرہے ہیں کہ خداوند خدا نے تم سے ارضِ فلسطین کا وعدہ کر رکھا ہے اور ہیکلِ سلیمانی بھی دراصل مسجدِ اقصیٰ کے نیچے موجود ہے۔ پس اس طرح ٹیکس کی بھاری رقوم چوس چوس کر بھیڑیے ایٹمی طاقت بن گئے۔

اب تو تل اَبیب یونیورسٹی کے محققین اور بہت سے مغربی ماہرین آثارِ قدیمہ بھی کہہ چکے ہیں کہ ہزاروں سال پہلے ہیکلِ سلیمانی کا وجود ختم ہو چکا اور کہیں بھی اس کا کوئی نام ونشان موجود نہیں ہے۔ آخری دفعہ ۱۹۶۸ء میں برطانوی سکول آف آثارِ قدیمہ (British School of Archeology) یروشلم کی ڈائرکٹر کیٹلین کینی نوس نے بھی کھدائی کر کے ہیکلِ سلیمانی کے آثار تلاش کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن کچھ بھی نہ ملا۔ جسے اسرائیلی ہیکلِ سلیمانی کہتے ہیں، اس طرح کی عمارت کے کئی نقشے کتابوں میں ملتے ہیں اور ارضِ فلسطین کے متعدد مقامات پر اس کی تعمیر کی شہادتیں بھی میسر ہیں، لیکن مسجد اقصیٰ کے نیچے ایسی کسی عمارت کا تصور ایک مفروضے کے سوا کچھ نہیں۔

اس سے قبل انیسویں صدی کے وسط میں بھی ''کیتھلین کینون'' فلسطین اسی لیے آئی تھی کہ عہد نامہ قدیم کی کتب کے مطابق اُس مقام کی نشاندہی کی جا سکے، جہاں یہ عمارت قائم کی گئی تھی۔

کیا یہ اسرائیلیوں کے لیے کسی لعنت سے کم ہے کہ مقدسیوں، خلیلیوں اور نابلوسیوں سے روزانہ چھریوں اور چاقوؤں جیسے تھپڑ اپنے چہروں پر کھائیں یا ان کے ڈرائیورز جفا، حیفہ اور ایسر جاتے ہوئے پتھروں پر پتھر کھاتے ہوئے وہاں پہنچیں۔ اب اسرائیلی جان چکے ہیں کہ فلسطین میں ان کا کوئی مستقبل نہیں ہے، ایسا نہیں ہے کہ ارضِ فلسطین کے کوئی وارث نہ ہوں۔

بائیں بازو کے ایک صہیونی دانشور اور مصنف ''گڈون لیوے'' نے بہت پہلے کہہ دیا تھا کہ یہودیوں کو نہ صرف یہ کہ فلسطینیوں کا حقِ تملیک ماننا پڑے گا، بلکہ ارضِ فلسطین پر انہیں برتری دینا ہوگی، کیونکہ فلسطینی باقی دنیا سے مختلف فطرت کے لوگ ہیں، ہم انہیں بدکار اور نشئی کہتے ہیں اور پھر ہم نے ان کی زمینوں پر قبضہ کیا ہے اور پھر بھی ہم چاہتے ہیں کہ وہ اپنے وطن کو فراموش کردیں، تب ہی وہ ۱۹۸۷ء سے حالتِ مظاہرہ میں ہیں اور ہم انہیں قید خانوں میں بھرتے جارہے ہیں۔

سالوں بعد جب ہم سمجھے کہ اب انہیں سبق سکھایا جاچکا ہے، لیکن ۲۰۰۰ء میں اپنی کھائی گئی زمینیں واگزار کرانے کے لیے وہ مسلح ہوکر ہمارے سامنے آگئے۔ اس کے باوجود ہم نے ان کا محاصرہ جاری رکھا اور ان کے گھروں کو ملیا میٹ کرتے رہے۔

اب کی دفعہ جب انہوں نے ہمارے اوپر میزائل داغنا شروع کردیے تو ہم نے ان کے اور اپنے درمیان بلند بالا دیواریں اور باڑھ لگانے کی منصوبہ بندی کرنی شروع کردی۔ اس کے ردِعمل میں انہوں نے سرنگیں کھودیں اور زیرِ زمین سے ہم پر حملہ آور ہوئے، یہاں تک کہ حالیہ جنگ کے آغاز میں انہوں نے ہماری ریاست اسرائیل کے اندر گھس کر ہمیں قتل کرنا اور مارنا شروع کردیا۔

ہم نے اپنی فکر اور سوچ سے ان کے ساتھ لڑائی شروع کی، لیکن انہوں نے ہمارے خلائی سیارہ ''آموس'' کو ہی جام کردیا۔ وہ مسلسل ہمیں دھمکیوں پر دھمکیاں دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ ہمارے نوجوان اسرائیلی نشریاتی اداروں کو بھی بند کرکے جام کردیں گے۔ پس ہمیں تاریخ کے مشکل ترین افراد سے پالا پڑ گیا ہے اور انہیں مانے بغیر اور سرزمینِ فلسطین پر اپنا قبضہ ختم کیے بغیر اس مسئلے کا کوئی حل موجود نہیں ہے۔